اسوۂ رسولؐ: استقامت اور اُمید کا پیغام

حافظ محمد ادریس

اس عالم رنگ و بو میں خالق کائنات نے انسان کو اپنا خلیفہ اور نائب بنایا اور اس کے ذمے یہ کام لگا کہ وہ اللہ اور صرف اللہ کی بندگی اختیار کرے۔ ساری مخلوق اس کے لیے مسخر کی گئی اور اسے اللہ کے حکم کے سامنے سرِتسلیم خم کرنے کا پابند بنایا گیا۔ انسان کا مقصدِ حیات رضاے الٰہی اور فلاح اخروی ہے۔ یہ ایک المیہ ہے کہ انسان اپنے اس مقصد سے عموماً دور بھاگتا ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے: وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ ''اور میرے بندوں میں کم ہی شکرگزار ہیں'' (سبا ۳۴:۱۳)۔ جو مخلص اہلِ ایمان اللہ کی رضا اور اس کے دین کے غلبے کے لیے جدوجہد کرتے ہیں، ان کے سامنے مشکلات، آزمایش وابتلا اور کٹھن مراحل کا آنا ناگزیر ہوتا ہے۔ اس قافلے کو اپنے عظیم مقاصد کے حصول کی خاطر جان کی بازی بھی لگانا پڑتی ہے اور قید و بند، دار و رسن کے علاوہ بھوک، خوف اور نقصانِ اموال کی منزلوں سے بھی گزرنا پڑتا ہے۔ ظاہر ہے کہ انسان کمزور ہے، اسے حوصلہ پانے کے لیے کوئی سہارا درکار ہوتا ہے۔ اللہ کی ذات ہی اصل سہارا ہے اور نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی ایمان افروز زندگیاں اس کو استقامت وعزیمت کی راہ دکھلاتی ہیں۔ آج امت پر انتہائی کڑا وقت آن پڑا ہے۔ ان پرآشوب حالات میں سیرتِ رسولؐ کا مطالعہ محض روایتی انداز میں نہیں بلکہ اس کی حقیقی روح کے ساتھ ضروری ہے۔

دنیا میں ہر عظیم مقصد تک پہنچنا، عظیم قربانیوں اور جدوجہد کے نتیجے ہی میں ممکن ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی طرف سے جو فریضہ سونپا گیا تھا وہ بہت مشکل تھا۔ اللہ کی زمین پر اللہ کے دین کو غالب کرنا اور باطل کے ہر جھنڈے کو سرنگوں کر دینا، اللہ کی شریعت کا نفاذ اور

ادیانِ باطلہ کو شکست سے دوچار کردینا بعثتِ رسولؐ کا مقصد قرار دیا گیا ہے۔ اس مقصد کی عظمت اتنی زیادہ ہے کہ قرآن پاک میں تین مرتبہ ایک ہی انداز اور یکساں الفاظ میں اسے دہرایا گیا ہے:
هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝ (التوبۃ ۹:۳۳) ''وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے پوری جنسِ دین پر غالب کردے خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو''۔ (سورۂ فتح، آیت ۲۸ اور سورۂ صف، آیت ۹ بھی اسی موضوع پر ہیں)۔

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم کے مطابق مکہ اور اس کے گردونواح میں دعوت دین کا کام شروع کیا تو جاہلی معاشرے میں ہل چل مچ گئی، جیسے آپ نے بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈال دیا ہو۔ آپؐ کی مخالفت میں قریش کے تمام سردار اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور تو اور آپؐ کا حقیقی چچا ابولہب مخالفت میں ان سب سے آگے آگے تھا۔ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے کا ہر حربہ اختیار کرتا۔ آنحضورؐ کا پڑوسی ہونے کی وجہ سے اپنے مکان کی چھت سے آنحضورؐ کے گھر میں غلاظت پھینکنے سے بھی باز نہ آتا۔ کبھی کبھار تو ہنڈیا پک رہی ہوتی تو بدبخت اوپر سے غلاظت پھینک دیتا۔ ابولہب کے علاوہ آپ کے دیگر پڑوسی بھی اسی قماش کے لوگ تھے، مثلاً عقبہ بن ابی معیط، حکم بن عاص اور عدی بن حمراء۔ ان سب کی حرکات بھی ابولہب کی طرح ہی کی تھیں۔ یہ کس قدر اذیت ناک بات تھی اس کا اندازہ ہر شخص کرسکتا ہے، مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کبھی ہمت ہاری اور نہ اپنی زبان سے کوئی ایسی بات کہی جو آپؐ کے شایانِ شان نہ ہو۔ آپؐ اتنا فرماتے: ''اے بنوعبدمناف تم کیسے ہمسایے ہو، کیا ہمسایگی اسی کو کہتے ہیں؟''۔ (تفہیم القرآن، ج ۶، دیباچہ سورۂ لہب، ص ۱۱۱۔ بحوالہ بیہقی، ابن ابی حاتم، ابن جریر، ابن عساکر، ابن ہشام)

اس سارے عرصے اور مشکل منزلوں میں آپؐ کی سرپرستی کا حق آپؐ کے چچا جنابِ ابوطالب نے خوب ادا کیا۔ ہرچند کہ انھوں نے اسلام تو قبول نہ کیا، مگر اپنے بھتیجے کے ساتھ زندگی کے آخری لمحے تک ثابت قدمی کے ساتھ کھڑے رہے۔ شعب ابی طالب میں بھی انھوں نے آپؐ کا ساتھ دیا، جہاں تین سال اہلِ ایمان اور بنوہاشم کو (ماسوائے ابولہب اور اس کے اہل وعیال کے) مقید رکھا گیا۔ اس دور کی تلخ یادیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہ بھولیں، حتیٰ کہ فتح مکہ کے وقت

بھی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اس گھاٹی کی طرف متوجہ کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا کہ اے جابر! تمھیں معلوم ہے کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ جب انھوں نے لاعلمی ظاہر کی تو آپؐ نے فرمایا: ''یہ شعب ابی طالب ہے، جہاں ہم لوگوں کو تین سال تک مقید رکھا گیا۔ ہمارے بچے بھوک سے بلبلاتے رہے، ماؤں کی چھاتیوں میں دودھ تک خشک ہو گئے تھے اور ہم لوگ درختوں کے پتے اور چھال کھانے پر مجبور کر دیے گئے تھے''۔(البدایۃ والنہایۃ، المجلد الاول، ص ۵۰۷)

ان سخت آزمایشوں میں بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم نہیں ڈگمگائے۔ آپؐ نہ صرف خود ڈٹے رہے بلکہ تمام اہلِ ایمان کو بھی حوصلہ دیتے رہے۔ اس سب کچھ کے ساتھ وہ واقعہ بھی اپنی جگہ بڑا ایمان افروز ہے، جب سردارانِ قریش نے ایک قومی وفد بنا کر آپؐ کے چچا ابوطالب کے پاس بھیجا اور کہا کہ تمھارے بھتیجے نے گھر گھر میں تفرقہ ڈال دیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ وہ اس کام کو چھوڑ دے اور اس کے بدلے میں ہم اس کے ہر مطالبے کو پورا کر دیں گے۔ اس پر جناب ابوطالب نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا اور سردارانِ قریش کی پیش کش آپؐ کی خدمت میں رکھی۔ آپؐ نے اس کے جواب میں فرمایا: اُرِیْدُ مِنْھُمْ کَلِمَۃً وَاحِدَۃً یَقُوْلُوْنَھَا تَدِیْنُ لَھُمْ بِھَا الْعَرَبُ وَتُؤَدِّی اِلَیْھِمْ بِھَا الْعَجَمُ الْجِزْیَۃَ ''چچا جان! میں تو ان کے سامنے ایک ایسا کلمہ پیش کرتا ہوں کہ اسے تسلیم کر لیں تو سارے عرب ان کے مطیع فرمان ہو جائیں اور پورا عجم ان کو جزیہ دینے لگے''۔ جب آپؐ نے ان کے سامنے کلمۂ طیبہ رکھا تو سب نے انکار کر دیا۔ پھر آپؐ نے اپنے چچا سے کہا: ''چچا جان! اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند لا کر رکھ دیں اور مجھ سے کہیں کہ میں اس کام کو چھوڑ دوں تو میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ یا تو اللہ اس دین کو غالب کر دے گا یا میں اس راستے میں اپنی جان قربان کر دوں گا''(سیرت ابن ہشام، ج ۲، ص ۱۰۱۔ البدایۃ والنہایۃ، المجلد الاول، ص ۴۸۴-۴۸۵)۔ دیگر کئی مواقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکل ترین حالات میں بارہا یہ اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ اس دین کو ضرور غالب کرے گا۔

حضرت مقداد بن اسودؓ کی روایت کے مطابق آپؐ نے فرمایا: ''کرۂ ارض پر کوئی پکا اور کچا گھر گھروندہ، کوئی چمڑے اور اون کا خیمہ ایسا نہیں ہوگا جس میں یہ دین داخل نہ ہو۔ عزت والے عزت کے ساتھ اس میں داخل ہوں گے اور انکار کرنے والوں کو بھی آخر ذلت کے ساتھ اس میں آنا

پڑے گا''۔(مسند احمد، ج۶،ص۴)

حضرت خدیجہؓ اور جناب ابوطالب ۱۰ نبوی میں وفات پاگئے۔ اس سال کو عام الحزن کہا جاتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں شخصیات سے بے پناہ محبت تھی اور دونوں نے آپؐ کے مشن میں آپؐ کا ساتھ نبھانے کا حق بھی بطریق احسن ادا کیا۔ غم کے باوجود آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمت ہار کر بیٹھ نہیں گئے بلکہ مکہ سے ذرا فاصلے پر عرب کے دوسرے بڑے شہر طائف کا دعوتی سفر اختیار کیا۔ طائف میں آپؐ کی دعوت و وعظ کو سن کر وہاں کے ظالم لوگوں نے آپؐ پر ہر جانب سے پتھر برسانا شروع کر دیے۔ حضرت زید بن حارثہؓ جو رفیق سفر تھے، آپؐ کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر شہر سے باہر لائے۔ آپؐ کو بری طرح زخمی کیا گیا تھا جس سے آپؐ بے ہوش بھی ہو گئے تھے۔ حضرت زید بن حارثہؓ نے چشمے کے پانی سے آپؐ پر چھینٹے ڈالے تو آپؐ ہوش میں آئے۔ وادیِ نخلہ کی وہ رات بڑی یادگار تھی جب اچانک آپؐ کے پاس حضرت جبریلؑ اور پہاڑوں کا نگران فرشتہ حاضر ہوئے اور آپ کو سلام عرض کرنے کے بعد اجازت چاہی کہ اہلِ طائف کو اس ظلم و سفا کی کی پاداش میں دو پہاڑوں کے درمیان پیس کر رکھ دیا جائے، مگر آپ نے فرمایا: ''نہیں ہرگز نہیں۔ میں ان لوگوں کی تباہی کے لیے کیوں دعا کروں اگر یہ لوگ خدا پر ایمان نہیں لاتے تو کیا ہوا؟ امید ہے کہ ان کی آیندہ نسلیں ضرور ایک اللہ پر ایمان لے آئیں گی''۔(تاریخ طبری، ج۲،ص۳۴۵)

اس رات کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے جو دعا مانگی وہ بھی بہت عظیم ہے:

''الٰہی میں اپنی کمزوری، بے سروسامانی اور لوگوں کی تحقیر کی بابت تیرے سامنے فریاد کرتا ہوں۔ تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے، درماندہ عاجزوں کا مالک تو ہی ہے اور میرا مالک بھی تو ہی ہے۔ مجھے کس کے سپرد کیا جاتا ہے، کیا بیگانہ ترش رُو کے یا اس دشمن کے جو میرے معاملات پر قابو رکھتا ہے، لیکن مجھ پر تیرا غضب نہیں تو مجھے اس کی کچھ پروا نہیں، کیونکہ تیری عافیت میرے لیے زیادہ وسیع ہے، میں تیری ذات کے نور کی پناہ چاہتا ہوں، جس سے سب تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں اور دنیا و دین کے کام اس سے ٹھیک ہو جاتے ہیں، میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تیرا غضب مجھ پر اترے یا تیری نارضامندی مجھ پر وارد ہو۔ مجھے تیری ہی رضامندی اور خوشنودی درکار ہے اور نیکی کرنے یا بدی سے بچنے کی طاقت، مجھے تیری ہی طرف سے ملتی ہے۔(مسلم،

عن عائشہؓ، کتاب الجہاد والسیر، حدیث ۱۷۹۵، رحمۃ للعالمینؐ، ج۱، ص۴۷، از قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری، مطبوعہ ادارہ، معارف اسلامی، لاہور)

نبوت کے تیرھویں سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے نکلنے پر مجبور کر دیا گیا۔ ہجرت کی رات آپؐ نے مکہ کی طرف منہ کر کے یہ کہا تھا: ''اے ارض مکہ! تو اللہ کی بہترین زمین ہے۔ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں، تیرے اندر اللہ کا گھر ہے، میں تجھے چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا تھا، مگر تیرے رہنے والوں نے مجھ پر زمین تنگ کر دی ہے'' (البدایۃ والنہایۃ، المجلد الاول، ص۵۷۸)۔ ہجرت کا سفر شروع ہوا تو قدم قدم پر مشکلات اور جان کا خطرہ، مگر مجال ہے کسی مقام پر آپؐ کے قدم ڈگمگائے ہوں یا بددلی و مایوسی کا اظہار کیا ہو۔ محسنِ انسانیتؐ نے ہر مشکل مرحلے میں امیدوں کے چراغ جلائے اور حوصلوں کو مہمیز دی۔ غارِ ثور میں یارِ غار کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ دشمن کھوج لگاتے ہوئے وہاں تک آ پہنچے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دشمن آ پہنچے ہیں، ہم پکڑے گئے ہیں، مگر آپ نے فرمایا: مَاظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اَللّٰهُ ثَالِثُهُمَا يَا اَبَابَكْرٍ لَاتَخَفْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا، یعنی اے ابوبکر! تجھے ان دو کے بارے میں کیا خطرہ لاحق ہو گیا ہے جن کا تیسرا ساتھی خود اللہ ہے، ہرگز نہ ڈرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ (البدایۃ والنہایۃ، المجلد الاول، ص۵۶۴)۔ اسی مضمون کو سورۂ توبہ میں اللہ نے یوں بیان فرمایا ہے: ثَانِیَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَاتَحْزَنْ اَنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (التوبۃ۹:۴۰) ''(یاد کرو) جب وہ صرف دو میں کا دوسرا تھا، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا، غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے''۔

ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں سفر ہجرت کی تفصیلات میں فرماتے ہیں کہ غار کے دھانے پر مکڑی نے فوراً جالا تان لیا اور کبوتری نے گھونسلا بنا کر انڈے دے دیے۔ مشہور شاعر صرصری نے اپنی نعت کے ایک شعر میں لکھا:

فَغَمّٰی عَلَيْهِ الْعَنْكَبُوْتُ بِنَسْجِهٖ
وَ ظَلَّ عَلَی الْبَابِ الْحَمَامُ يَبِيْضُ (ایضاً، ص۵۶۴-۵۶۵)

سیرت کا مشہور واقعہ ہے کہ اسی سفر ہجرت میں انعام حاصل کرنے کے لالچ میں دیگر مہم جو

نوجوانوں کی طرح سراقہ بن مالک بن جعشم بھی آپؐ کے تعاقب میں نکلا اور آپؐ کے قریب پہنچ گیا، مگر اس کے گھوڑے کے پاؤں دو مرتبہ زمین میں دھنس گئے۔ وہ خوف زدہ ہوا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی: ''اے ابن عبدالمطلب! مجھے معاف کر دو''۔ آپؐ نے فرمایا: ''میں نے تجھے معاف کر دیا''۔ اس نے کہا کہ ازراہِ احسان اپنی امان مجھے لکھ کر بھی دے دیجیے۔ اس زمانے میں جو قلم وقرطاس کا زمانہ نہیں تھا اور اس کیفیت میں آپ کو اپنے گھر سے نکال دیا گیا تھا، سفر کی حالت میں یہ مطالبہ بظاہر کتنا عجیب بلکہ مضحکہ خیز نظر آتا ہے، مگر دیکھیے کہ نبیِ رحمتؐ اس حال میں بھی سرتاپا جود وسخا کے روپ میں دکھائی دیتے ہیں۔ ایسی ایمرجنسی میں قیصر وکسریٰ بھی کسی کو پروانہ لکھ کر نہ دے سکتے، مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر بن فہیرہؓ (یا بعض روایات کے مطابق حضرت ابوبکرؓ) سے کہا کہ اسے لکھ کر دے دیجیے۔ چنانچہ چمڑے کے ایک ٹکڑے پر اسے امان لکھ کر دی گئی۔ اسی موقع پر آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ کو یہ خوش خبری بھی سنائی تھی کہ ایک دن شہنشاہِ ایران کسریٰ کے سونے کے کنگن اس کے ہاتھوں میں پہنائے جائیں گے۔(البدایۃ والنھایۃ، الاول، ص۵۶۶-۵۶۷)۔ دیکھیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مشکل ترین حالات میں بھی کس قدر جرأت مند، فیاض اور مستقبل کے حالات اور اسلام کی کامیابی سے پُرامید تھے۔

ہجرت کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ میں بھی چین سے نہیں بیٹھنے دیا گیا۔ ۲ ہجری میں ابوجہل کی سرکردگی میں قریش مکہ کا ایک ہزار کا لشکر جرار پورے ساز وسامان سے لیس، مدینہ پر حملہ آور ہوا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے باہر ۸۰ میل کے فاصلے پر بدر کے مقام پر اس لشکر کا مقابلہ کیا۔ آپؐ کے ساتھ صرف ۳۱۳ جاں نثار تھے، جن کے پاس نہ تو پورا اسلحہ تھا، نہ ہی جنگی لباس تھا اور نہ کھانے پینے کے لیے وافر خوراک اور راشن ہی تھا۔ اس کے باوجود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے میدان میں پہنچ کر مختلف مقامات پر اپنے نیزے سے نشان لگائے اور فرمایا کہ قریش کا فلاں سردار اس جگہ اور فلاں اس جگہ قتل ہو جائے گا اور لوگوں نے دیکھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوگئی۔ کفار کا لشکر بدترین شکست سے دوچار ہوا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس مشکل گھڑی میں اتنے ثابت قدم تھے کہ آپ نے کفار سے ذرا برابر مرعوبیت اور خوف محسوس نہیں کیا بلکہ صحابہؓ کو بھی اتنا حوصلہ دیا کہ وہ لشکر جرار سے بے جگری سے

لڑے اور ۷۰ کفار کو قتل کرنے کے علاوہ ستر دشمن جنگی قیدی بنا لیے۔ (ایضاً، ص ۶۰۸، ۶۱۱)

غزوۂ احد، خندق اور حنین سخت ترین معرکے تھے۔ احد میں تو بالخصوص صحابہؓ کی ایک اجتہادی غلطی کے نتیجے میں فتح شکست میں بدل گئی۔ ستر صحابہ کرامؓ شہید ہوئے۔ آنحضور کے محبوب چچا حضرت حمزہؓ کی لاش کا مُثلہ کیا گیا۔ اس کے باوجود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم استقامت کا پہاڑ بنے میدان جنگ میں ڈٹے ہوئے تھے۔ سورۂ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: إِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوُوْنَ عَلٰٓى أَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ أُخْرَاكُمْ فَأَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ أَصَابَكُمْ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ (اٰلِ عمرٰن ۳:۱۵۳) ''یاد کرو جب تم بھاگے چلے جا رہے تھے، کسی کی طرف پلٹ کر دیکھنے تک کا ہوش تمھیں نہ تھا، اور رسول تمھارے پیچھے تم کو پکار رہا تھا۔ اس وقت تمھاری اس روش کا بدلہ اللہ نے تمھیں یہ دیا کہ تم کو رنج پر رنج دیے تاکہ آیندہ کے لیے تمھیں یہ سبق ملے کہ جو کچھ تمھارے ہاتھ سے جائے یا جو مصیبت تم پر نازل ہو اس پر ملول نہ ہو۔ اللہ تمھارے سب اعمال سے باخبر ہے''۔

احادیث میں جنگِ اُحد کے حوالے سے یہ تذکرہ ملتا ہے کہ آپ میدان جنگ میں ڈٹے ہوئے تھے اور مسلسل کہہ رہے تھے: اِلَیَّ عِبَادَاللّٰہ (تفہیم القرآن، ج۱، ص ۲۹۵)۔ ابوسفیان نے جب پہاڑ کے نیچے کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ ہم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا ہے۔ پھر بڑ ہانکی کہ ہم نے ابوقحافہ کے بیٹے ابوبکرؓ کو بھی قتل کر دیا ہے، تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خاموش رہو۔ پھر اس نے کہا کہ ہم نے جری جوان عمر بن خطاب کو بھی قتل کر دیا ہے۔ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمر! جواب دو۔ حضرت عمرؓ نے کہا: نَحْنُ كُلُّنَا اَحْيَاءٌ نَسْمَعُ كَلَامَكَ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ، ''یعنی اے دشمن خدا ہم سب زندہ ہیں اور تیرا کلام سن رہے ہیں''۔ پھر اس نے کہا ''ہُبل سربلند ہوا'' اور اس کے ساتھ ہی کہا ''ہم نے بدر کا بدلہ لے لیا ہے''۔ اس کے جواب میں حضرت عمرؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق کہا: اَللّٰهُ اَعْلٰى وَاَجَلُّ لَا سِوَاءَ، قَتْلَانَا فِي الْجَنَّةِ وَقَتْلَاكُمْ فِي النَّارِ، ''یعنی اللہ ہی بلندوبالا اور شان والا ہے۔ بدر کا بدلہ تم کیسے لے سکتے ہو، ہمارے شہدا جنت میں چلے گئے ہیں اور تمھارے مقتولین دوزخ میں۔ ابوسفیان نے کہا اگلے سال پھر ہمارا تمھارا مقابلہ بدر میں ہوگا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اس کو جواب دو کہ ہمیں یہ چیلنج قبول ہے۔(البدایۃ والنہایۃ ، المجلد الاول، ص۶۸۶-۶۸۷، تفہیم الاحادیث، ج۶، ص۱۰۷، ستمبر۲۰۰۰ء)۔اگلے سال آنحضورصلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ بدر کے میدان میں گئے، مگر ابوسفیان اور اس کی فوج کو ہمت نہ پڑی کہ وہ مقابلے کے لیے نکلتے۔

اسی موقعے پر شہدا کی تدفین کے بعد جب آنحضورصلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس پہنچے تو خبر ملی کہ ابوسفیان پلٹ کر مدینہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے تاکہ مالِ غنیمت اور قیدی مکہ لے جائے۔اس پر آنحضورصلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو پکارا جو کمال جرأت وعزیمت کے ساتھ تیار ہوکر اللہ کے راستے میں نکلے۔اس واقعہ کا تذکرہ خود قرآن مجید میں سورۂ آلِ عمران میں اللہ رب العزت نے شان دار الفاظ میں کیا ہے۔آیت نمبر۱۷۲ سے لے کر ۱۷۵ تک صحابہ کرامؓ کو اللہ نے وہ تمغہ عطا فرمایا ہے کہ جس کا کوئی بدل دنیا میں نہیں ہوسکتا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب منافقین اور یہودیوں نے اہلِ ایمان کو خوف زدہ کرنا چاہا تو انھوں نے کہا: حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ ’’یعنی ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے‘‘۔ابوسفیان کا ارادہ واقعی واپس پلٹ کے حملہ کرنے کا تھا، مگر صحابہ کی جرأت واستقامت کی خبر پاکر وہ مدینہ کی طرف آنے کے بجائے مکہ کی طرف بھاگ گیا۔اس جنگ کو غزوۂ حمراء الاسد کہا جاتا ہے۔

غزوہ خندق بھی بہت مشکل مرحلہ تھا۔سورۃ الاحزاب میں اس کی شدت کا ان الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے: اِذْ جَآءُوْکُمْ مِّنْ فَوْقِکُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْکُمْ وَ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰہِ الظُّنُوْنَا (الاحزاب ۳۳:۱۰) ’’جب دشمن اُوپر سے اور نیچے سے تم پر چڑھ آئے، جب خوف کے مارے آنکھیں پتھرا گئیں، کلیجے منہ کو آگئے، اور تم لوگ اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے‘‘۔ اتنے مشکل حالات میں صادق الایمان اہلِ مدینہ ڈٹے رہے اور خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے محاذ پر قیادت کا حق ادا کرتے رہے۔ آپؐ کا حوصلہ اتنا بلند اور فکر اتنی عظیم تھی کہ آپؐ مستقبل کی خوش خبریاں سنا رہے تھے۔خندق کی کھدائی کے دوران بھی چٹان کو کدال سے توڑتے ہوئے آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو جزیرہ نمائے عرب سے باہر کی فتوحات کی بشارتیں دی تھیں۔حضرت سلمان فارسیؓ سے اس جنگ کے دوران نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لن تغزوکم قریش بعد عامکم ھذا ولکنکم

تغزونهم، یعنی اب قریش کے لوگ تم پر کبھی چڑھائی نہ کرسکیں گے۔ اب تم ان پر چڑھائی کرو گے۔" (دلائل النبوۃ للبیہقی، ج۳،ص ۴۵۸)

غزوۂ حنین اور غزوۂ تبوک کے واقعات بھی قرآن وسنت میں تفصیلاً بیان کیے گئے ہیں۔ یہ دونوں مشکل مرحلے تھے، مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حنین کے میدان میں بھی پیچھے ہٹنے کے بجاے آگے بڑھ رہے تھے اور مسلسل فرما رہے تھے: اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبُ، اَنَا بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبُ۔ اسی طرح غزوۂ تبوک میں بھی جب صحابہؓ نے کچھ سستی دکھائی تو اللہ نے بھی سورۂ توبہ میں ان کو جھنجھوڑا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بہت موثر خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں آپؐ نے کہا: "اگر کوئی بھی قیصر روم کا مقابلہ کرنے کے لیے نہ نکلا تو میں تن تنہا (اللہ کے بھروسے پر) اس کے مقابلے کے لیے نکلوں گا اور اسے عرب کی سرحد پر جا کر روکوں گا"۔ (البدایۃ والنہایۃ، المجلد الاول، ص ۹۰۴)

سیرت کے یہ سارے واقعات امت کو حوصلہ دینے، پرامید رہنے اور ہمیشہ کمر ہمت باندھے رکھنے کی تلقین کرتے ہیں۔ آج امت کے ہر چھوٹے بڑے کو شدید ضرورت ہے کہ وہ سیرت کا مطالعہ اس نقطۂ نظر سے کرے کہ ان پُرآشوب حالات میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ہمارے لیے کیا درس فراہم کرتی ہے۔ قرآن کا حکم ہے: وَلَا تَھِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ "دل شکستہ نہ ہو، غم نہ کرو، تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو"۔ (اٰلِ عمرٰن ۳:۱۳۹)۔ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ایک ایک ورق اس آیت کی عملی تفسیر ہے۔ دنیا سے قیصروکسریٰ کی نام نہاد سپر پاورز ہمارے اسلاف نے ختم کر دی تھیں۔ آج ہم انھی کے اَخلاف ہونے کے باوجود، دورِ جدید کی نام نہاد سپر طاقتوں سے مرعوب اور اپنی حقیقت سے بے خبر ہیں، نہ وہ روح ہے، نہ سوچ، نہ ایمان ہے نہ سوز و یقین۔ بس اسے زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔ پھر اسلام دنیا کا غالب دین بن کر رہے گا:

خداے لم یزل کا دستِ قدرت تُو، زباں تُو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تُو ہے
مٹایا قیصروکسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا، زورِ حیدرؓ، فقرِ بُوذرؓ، صدقِ سلمانیؓ

ربیع الاول کے لیے خصوصی تحفے

محبت رسولؐ سے دلوں کو منور کرنے والی سیرت طیّبہ پر لکھی گئیں انمول تحریریں

★ حدیث رسولؐ	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ
★ میلاد النبیؐ	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ
★ سرورِ عالمؐ	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ
★ درود انؐ پر سلام انؐ پر	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ
★ ذکر رسولؐ	مولانا محمد یوسف اصلاحی
★ ختم نبوت	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ
★ محمد عربیؐ	محمد عنایت اللہ سبحانی
★ داعی اعظمؐ	مولانا محمد یوسف اصلاحی
★ حیات طیّبہ	مولانا عبدالحیؒ
★ غزواتِ رسول اللہؐ	بریگیڈیئر گلزار احمد
★ ارمغان سیرت رسولؐ	پروفیسر محمد عبدالجبار شیخ
★ جلوہ فاران	محمد عنایت اللہ سبحانی
★ رسول خداؐ کا طریق تربیت	مولانا سراج الدین ندوی

اسلامک پبلی کیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

منصورہ ملتان روڈ، لاہور پاکستان

Tel: +92-42-35417074,1